مختصر سوانح

شیخ اِکرامُ علی رحمہ اللہ

سابق شیخ الحدیث

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبِ افادات حضرت علامہ اکرام علیؒ

حیات وخدمات

قانون فطرت کے مطابق یہ تغیر پذیر عالم اپنے عمر طویل کی طرف رواں دواں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بڑی برق رفتاری سے اپنے آخری دن کو پہونچنا چاہتی ہے، چل چلاؤ کا عجب سماں ہے، آئے دن علم وفضل کے آسمان سے کوئی نہ کوئی تابندہ ودرخشندہ ستارہ ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہا ہے، انہی مہ وانجم اور تابندہ ستاروں میں ایک بدرِ کامل، یادگار اکابر، سلسلہ قاسمی کے ایک مایہ ناز سپوت، فقہ حنفی کے ایک کامیاب وکیل، علم حدیث کے بحر بیکراں، حضرت علامہ مولانا اکرام علی صاحب کی ذات ستودہ صفات ہیں۔

عالم فنا سے عالمِ بقا کی طرف جب کوئی رخت سفر باندھتا ہے، ناسوتی دنیا سے سفر کرکے برزخ میں آسودۂ خواب ہوتا ہے اور محفل ہست وبود سے خاموشی سے چل دیتا ہے تو اس پر نہ جانے کتنی حسرت بھری آنکھیں نمناک واشکبار ہوتی ہیں افسردہ دل ودماغ سے دردو کراہ، اضطراب والم کی کتنی صدائیں نکلتی ہیں، لیکن اس کاروبارِ غم کی افسردگی، صدائے ماتم کی فغاں سنجی میں جانے والے کی حیثیت ومرتبت سے فرق پڑتا ہے، بعض جانے والے پر صرف اس کے گھر کے لوگ روتے ہیں، بعض کے کوچ کر جانے پر ایک قبیلہ نوحہ خواں ہوتا ہے، بعض کے رحلت کر جانے پر ایک شہر ماتم کناں ہوتا ہے؛ لیکن خدا کے بنائے ہوئے اس کارگاہِ حیات اور وسیع وعریض دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جن کی جدائی سے آنکھیں نہیں دل روتے ہیں، پوارا عالم شدت حزن وغم سے بلبلانے لگتا ہے، ان کی وفات کی خبر خرمنِ ہستی پر صاعقہ بن کر گرتی ہے اور لوگ دور دور تک اس کا اثر محسوس کرتے ہیں اس کا آفتابِ زندگی مشرق میں غروب ہوتا ہے تو مغرب تک تاریکی چھا جاتی ہے۔

حضرت علامہ کی ذات اسی قسم سے عبارت تھی جن کے عالم ناسوت سے روپوش ہوجانے کی خبر نے ایک عالم کے قلوب پر بجلی گرادی، جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے بام ودر سسکنے میں آگئے، حضرت کے انتقال پر ملال کا عظیم سانحہ

جامعہ پر صاعقہ بن کر گرا، جس سے گلشنِ علم کے پھول مرجھا گئے، کلیاں دم بخود رہ گئیں۔

جائے پیدائش:

صوبہ بہار کا مشہور ومعروف اور زرخیز ومردم خیز علاقہ ''چمپانگر'' اپنی نت نئی خوبیوں اور تاریخی اہمیت کی بنا پر بہار ہی نہیں پورے ملک میں اہمیت کا حامل ہے، یہ بستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل گوتم بدھ کے زمانہ سے آباد چلی آرہی ہے پہلے اس کا نام ''چمپا'' تھا جو اس وقت مشرقی بہار جس کو ''انگا'' کہا جاتا تھا، کا پایہ تخت تھا، اس خطہ میں مسلمانوں کی آمد کب ہوئی بعض قلمی نسخوں سے اتنا سراغ ملتا ہے کہ سمرقند سے کچھ لوگ آئے تھے جن میں حاجی دوست محمد نامی ایک بزرگ نے یہاں سکونت اختیار کی ''چمپانگر'' کی کثیر آبادی انہی کی نسل سے ہے، یہ شہر ریشمی صنعت کی وجہ سے بھی کافی مشہور ہے، یہاں کی چادریں ملک وبیرون ملک ہر جگہ استعمال کی جاتی ہیں، انہی اہم اور مختلف ریشمی مصنوعات کی وجہ سے تاریخ میں یہ شہر ''ریشمی شہر'' کے نام سے متعارف ہے۔

ولادت باسعادت:

اسی مردم خیز علاقہ میں ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں حضرت شیخ الحدیث کی ولادت ہوئی، نام ونسب: محمد اکرام علی بن اصغر علی بن ہدایت علی بن پیر محمد انصاری۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا تعلق ایک علمی اور دینی گھرانے سے تھا، آپ کے والد صاحب نیک طبیعت، پاکیزہ خصلت تھے، سادگی وجفاکشی ان کا خاص وصف تھا، تہجد اور تلاوت کلام پاک کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے اور والدہ محترمہ ان صفات میں ان کی دوش بدوش تھیں۔ آپ کے چار بھائی تھے۔ (۱) بڑے بھائی جناب محمد ایوب صاحب بڑے ہونے کی وجہ سے گھریلو ذمہ داری میں مشغول ہوگئے اس لئے زیادہ تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ (۲) مفتی محمد شعیب صاحب کئی سال سے حیدرآباد میں بغرض علاج مقیم تھے، ۱۵/جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ۲۳/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ جمعہ کی شب سات بجے ان کا انتقال ہوگیا، بعد نماز جمعہ ان کے برادر خورد حضرت مولانا انصار صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حیدرآباد کے قبرستان مغل پورہ چمن میں تدفین عمل میں آئی، مفتی شعیب صاحب حضرت علامہ کے قائم کردہ ادارہ رشید العلوم میں منتظم اور صدر مدرس تھے۔ (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انصار صاحب، کافی عرصہ سے دار العلوم حیدرآباد میں حدیث اور بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں اور پانچ بہنیں تھیں۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم ناظرہ سے شرح جامی تک محلّہ کے مشہور مدرسہ ''اصلاح المسلمین'' چمپانگر میں حاصل کی، یہ مدرسہ سلسلہ رحمانی کے ایک بزرگ حضرت شیخ کی حقیقی نانی کے والدِ مکرم جناب حاجی طاہر حسین صاحب نے ۱۳۱۱ء میں قائم کیا تھا، فارسی کے استاذ مولانا ابوالفضل صاحب چمپانگری تھے جن کو فارسی زبان وادب میں بڑا عبور تھا، باقی متوسطات کی تعلیم مشفق استاذ، صوفی باصفا، پیکر صدق ووفا تلمیذ شیخ الاسلام، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کرن پوریؒ سے حاصل کی، مدرسہ اصلاح المسلمین میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی شخصیت انتہائی اہم تھی، طلبہ کی تعلیم وتربیت اور ان کے علمی وتقریری ذوق کو پروان چڑھانے میں مولانا خصوصی دلچسپی لیتے تھے، حضرت مولانا کی وجہ سے مدرسہ اصلاح المسلمین کی تعلیم علاقے میں بہت مشہور ہوگئی تھی، دارالعلوم دیوبند سے سوالات منگوائے جاتے تھے اور اساتذہ دارالعلوم بالخصوص شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کاپی جانچ کر نمبرات بھیج دیتے تھے۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند کا سفر:

۱۳۶۹ھ میں آپ نے سرمایہ ملت کے نگہبان، اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا قصد فرمایا اور عربی چہارم میں داخلہ لیا اور اس وقت کے کیمیا ساز، رجال کار، اصحابِ فکر ونظر اساتذہ کی صحبت فیض رسا میں اپنا علمی سفر جاری رکھا اور شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، جن جبال العلم اور نابغہ روزگار اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بخاری شریف	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ
(۲) مسلم شریف	امام المعقولات حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحبؒ
(۳) ترمذی شریف	// // // //
(۴) ابوداؤد شریف	امام الھیئۃ والفلسفہ حضرت مولانا بشیر خان صاحبؒ
(۵) نسائی شریف	فخر المفسرین حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ
(۶) طحاوی شریف	نائب مہتمم حضرت مولانا مبارک حسین صاحبؒ
(۷) شمائل ترمذی	مولانا ظہور احمد صاحبؒ

تکمیل علم کے لئے دیگر شعبوں میں داخلہ:

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد ۱۳۷۶ء میں تکمیل تفسیر میں داخلہ لیا اور مختلف اساتذہ سے بیضاوی شریف مکمل اور تفسیر ابن کثیر کے مختلف حصے پڑھے، ۱۳۷۷ھ میں تکمیل افتاء میں داخلہ لیا اور رئیس المفتیین حضرت مفتی مہدی حسنؒ شاہ جہاں پوری سے تمرین فتاوی میں مشق لے کر تدریب افتاء میں عبور حاصل کیا۔

اصلاحی تعلق:

علوم ظاہری سے آراستہ ہونے کے بعد باطنی اصلاح اور تزکیہ قلوب کے لئے کسی پیرومرشد کی رہنمائی بہت ضروری معلوم ہوتی ہے، اس لئے حضرت شیخ فراغت کے بعد اپنے مشفق ومربی حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور ان کے بتائے ہوئے اوراد ووظائف پر تادم زیست عمل پیرا رہے، حضرت شیخ کو اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی، افتتاح اور ختم بخاری کے موقع پر سند بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام کا نام بڑے والہانہ انداز میں لیا کرتے تھے۔

تدریسی دور:

مادر علمی کے شعبہ افتاء سے فراغت کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کے حکم ومشورہ سے بغرض تدریس جامعہ اشرفیہ تھانہ بھون تشریف لے گئے، یہاں آپ نے مشکوٰۃ، جلالین، مختصر المعانی جیسی اہم کتابوں کا درس دیا گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء تدریس میں ہی آپ کو علم حدیث سے شغف کا موقع عنایت فرمایا تھا؛ لیکن کسی مجبوری کے تحت سال کی تکمیل سے قبل ہی ۱۳۷۸ھ میں مستعفی ہوگئے اور حضرت شیخ الاسلام کے خادم خاص مولانا قاری اصغر علی صاحبؒ کے ایماء پر سیوہارہ چلے گئے، یہاں ابتدائی تعلیم تھی لیکن آپ کا اصل کام فجر کے بعد تفسیر قرآن بیان کرنا تھا، حضرت کا یہ تفسیری سلسلہ بہت مقبول ہوا، لوگ قرب وجوار سے جوق در جوق آنے لگے دو ماہ میں سورہ فاتحہ کی صرف پانچ آیت کی تفسیر ہوسکی تھی کہ آپ شعبان میں وطن تشریف لے آئے، پھر وطن سے قریب مقام "ہرنتھ"، ضلع بھاگلپور میں مدرسہ حسینیہ ہرنتھ جو آپ کے استاذ خاص اور مربی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے قائم کیا تھا اور ضلع کے مدارس میں سب سے فائق تھا، آپ نے حضرت الاستاذ کے اصرار پر شوال ۱۳۷۹ھ میں اسی مدرسہ سے وابستہ ہوگئے شرح جامی وغیرہ کتابیں حوالہ کی گئیں تین سال تک مخلصانہ جدوجہد کے ساتھ گمنامی میں قندیل محمدی روشن کرتے رہے، سیوہارہ سے واپسی کے بعد آپ کے والد بزرگوار نے چمپانگر کے ایک دیندار گھرانے جناب یحییٰ صاحب کی صاحبزادی سے آپ کا رشتہ طے

کردیا اور ۲۲؍شوال ۱۳۷۸ھ مطابق یکم مئی ۱۹۵۹ء بعد نماز مغرب حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے حضرت مفتی شعیب صاحب اور حضرت مولانا انصار صاحب کے ساتھ حضرت علامہ کا نکاح پڑھایا، اس موقعہ پر تقریباً تقریباً اٹھارہ حضرات کا نکاح پڑھایا گیا تھا، حضرت مولانا انصار صاحب کے خسر جناب حاجی عبدالرؤف سے حضرت مولانا منت اللہ صاحب کا گہرا ربط وتعلق تھا ان کے والد جناب حکیم یعقوب صاحب غالباً حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے خلیفہ بھی تھے، اسی ربط وتعلق کی بنا پر حضرت مولانا انصار صاحب کے خسر حاجی عبدالرؤف صاحب نے مولانا منت اللہ صاحب کو عقد نکاح کے لئے مدعو کیا تھا۔

جامعہ رحمانی مونگیر سے وابستگی:

حضرت شیخ کی زندگی پر مفتی رشید احمد فریدی استاذ مفتاح العلوم تراج نے ایک کتاب ترتیب دی ہے جس میں حضرت کی خودنوشت سوانح سے حضرت کے الفاظ کو بعینہ نقل کیا ہے، اسی مذکورہ کتاب میں حضرت شیخ کے الفاظ ہیں:

''۱۳ شوال کو استعفی پیش کیا ابھی تین ہی دن گزرے تھے کہ امیر شریعت
حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کا خانقاہ مونگیر سے فرستادہ آیا اور
حضرت امیر شریعت کا خط پیش کیا جس میں تحریر فرمایا تھا کہ ''آپ جامعہ رحمانی
چلے آئیں اور کام شروع کردیں، شہریہ (تنخواہ) کے بارے میں تردد نہ کریں
مناسب شہریہ متعین کردیا جائیگا''

چنانچہ مخلصین سے مشورہ کے بعد آپ ۱۸؍شوال کو برادرِ خورد حضرت مولانا انصار صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جامعہ رحمانی تشریف لے گئے ابتداء میں مختصر المعانی، شرح تہذیب اور قصص النبیین وغیرہ کتابیں آپ سے متعلق ہوئیں، جامعہ میں حضرت شیخ کا درس بہت مقبول ہوا اور طلبہ بہت مطمئن رہا کرتے تھے، حضرت امیر شریعت بھی درسگاہ کے باہر کھڑے ہوکر حضرت شیخ کا درس سن چکے تھے اس لئے جب دوسرے سال مشکوٰۃ کی تعلیم شروع ہوئی تو پوری مشکوٰۃ آپ سے متعلق کی گئی، گویا درس حدیث کا چشمہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' میں سب سے پہلے آپ کے ذریعہ ہی جاری ہوا تیسرے سال جب دورہ حدیث کی تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ کی فقہی صلاحیت اور حدیث سے شغف کے پیش نظر صحاح ستہ میں سے ابوداؤد شریف آپ کے حصے میں آئی، دوسال بعد مسلم شریف بھی آپ کے حوالے کی گئی، یہاں پوری دلجمعی کے ساتھ پندرہ سال خدمت انجام دی اور یہی زمانہ آپ کے تدریسی محنت اور مقبولیت کے عروج کا تھا، بقول حضرت شیخ:

''اصل تدریسی زمانہ جامعہ رحمانی مونگیر کا تھا جس میں ہر کتاب کا خوب گہرا مطالعہ کر کے درس میں حاضر ہوتا تھا، طلبہ بھی ماشاءاللہ تھے برابر اشکال کرتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ بذات خود بغیر کسی اطلاع کے کسی بھی سبق میں پہونچ جایا کرتے تھے اور تلمیذ ناقد کی حیثیت سے تقریر کو سنتے اور اشکال کرتے تھے اس لئے خوب محنت کرنی پڑتی تھی''

جامعہ مفتاح العلوم مئو میں شیخ الحدیث کے منصب پر:

بعض ناگزیر مجبوری کی بنا پر آپ جامعہ رحمانی مونگیر سے مستعفی ہو کر گھر چلے آئے جامعہ مفتاح العلوم مئو کے ارباب شوری نے بحیثیت شیخ الحدیث تقرر کر کے ایک مختصر وفد آپ کے وطن بھیجا، چنانچہ آپ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں بحیثیت شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو تشریف لے گئے آپ کا درس حدیث وہاں بھی بہت زیادہ مقبول ہوا اور آپ کے فاضلانہ درس کی وجہ سے طلبہ کا رجوع بڑھنے لگا، چنانچہ پہلے دورہ حدیث میں ۲۰ کے آس پاس بچے ہوا کرتے تھے؛ لیکن آپ کے جانے کے بعد دورہ حدیث میں طلبہ کی تعداد سو سے بھی متجاوز ہوگئی۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرر:

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم کی نشأۃ ثانیہ کے بعد دارالعلوم میں علیا درجے کے لئے باکمال اساتذہ کی ضرورت لاحق ہوئی تو مجلس شوری کے دو اہم رکن حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کی ایماء وتحریک پر مجلس شوری نے آپ کو درجہ علیا ''الف'' کے لئے منتخب کیا، تقرری کا خط بذریعہ رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا، حضرت امیر شریعت کے اصرار وحکم پر آپ گفت وشنید کے لئے دارالعلوم پہونچے، یہاں معلوم ہوا کہ آپ کے نام ابوداؤد شریف اور ہدایہ رابع کا اعلان کر دیا گیا ہے، طلبہ کے اصرار پر آپ نے ابوداؤد کا ایک درس دیا، درس کیا تھا علم وتحقیق کا دریا خاص انداز میں بہہ رہا تھا، مجمع ہمہ تن گوش حضرت کی محققانہ گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا صرف ترجمۃ الباب پر ایک گھنٹہ تقریر فرمائی اور حدیث کا ترجمہ اور مطلب دوسرے موقع کے لئے باقی رہا مبدأ فیاض نے حضرت کو تفہیم وتسہیل اور حسن ترتیب کا بے پناہ ملکہ عطا فرمایا تھا؛ لیکن اس مرکزی ادارہ میں مستقل تدریس مقدر نہ تھی یا بخاری شریف کی خدمت ہی نوشتہ تقدیر تھی۔

تاحیات شیخ الحدیث رہنے کی تجویز:

دارالعلوم سے واپسی پر جامعہ رحمانی مونگیر سے مولانا ولی صاحب رحمانی کے قاصد آئے اور جامعہ میں تدریس کی درخواست کی آپ نے جواب دیا کہ ابھی میں نے کہیں رہنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے اگر بہار میں رہنے کا فیصلہ کروں گا تو جامعہ رحمانی کو ترجیح دوں گا، چند دنوں کے بعد مفتاح العلوم مئو سے علماء کا ایک وفد آیا اور مفتاح العلوم جانے کے لئے اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں مفتاح العلوم سے مستعفی ہوکر آیا ہوں اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ ایک ادارہ سے علیحدگی کے بعد جانا مناسب نہیں، وفد نے جواب دیا کہ شوری نے باتفاق رائے یہ طے کیا ہے کہ آپ کا تاحیات استعفی یوں ہی پڑا رہیگا اس لئے آپ یہ نہ سوچیں کہ آپ جامعہ میں دوبارہ جائیں گے بلکہ آپ کا سابق تقرر باقی ہے الغرض آپ نے جانے کا فیصلہ کرلیا اور مزید تین سال تک خدمات انجام دی۔

جامعہ ڈابھیل میں تدریس کے لئے دعوت:

جامعہ مفتاح العلوم کی تدریس کا ساتواں سال شروع ہوا تھا کہ گجرات کے مرکزی ادارہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مہتمم مولانا سعید احمد بزرگ نے ایک وفد مئو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کے توسط سے مولانا اکرام علی صاحب سے بات کر کے جامعہ ڈابھیل آنے پر ان کو آمادہ کریں، حضرت شیخ نے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ پہلے ایک ہفتہ ڈابھیل جا کر وہاں کے ماحول اور آب وہوا کا جائزہ لوں اس کے بعد ہی فیصلہ کرونگا، آپ نے صفر ۱۴۰۴ھ میں ڈابھیل کا سفر کیا لیکن واپسی پر کوئی فیصلہ نہیں کیا خود ہی فرماتے ہیں:

> ''میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر مجھے بخاری دیتے ہیں تو حضرت شیخ مولانا ایوب اعظمی صاحبؒ کو اذیت ہوگی اور یہ اچھا نہیں ہے، اور اگر نہیں دیتے ہیں تو مئو میں بخاری وترمذی موجود ہی ہے اسے کیوں چھوڑ دوں اب تمنا یہی ہے کہ آخر تک اللہ بخاری کی خدمت کی توفیق دے''

جامعہ ڈابھیل کے مہتمم خط کے ذریعہ برابر اصرار کرتے رہے اور بقول شیخ میں مناسب جواب دیتا رہا، نیز دارالعلوم حیدرآباد کے ذمہ دار بھی آپ کے پاس آئے کہ ہم دورہ کھولنا چاہتے ہیں اور آپ کو بحیثیت شیخ الحدیث دعوت دینے آئے ہیں آپ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ پہلے آ کر دیکھوں گا پھر غور وفکر کے بعد جواب دونگا۔

جامعہ ڈابھیل میں بحیثیت شیخ الحدیث:

گجرات کا مشہور ومعروف ادارہ جہاں محدث عصر، امام جلیل، بحر العلوم حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی تلمیذ علامہ کشمیری جیسے جبال العلم اور اساطین امت نے علم حدیث کا ستارہ بلند کر کے اس خطہ کو نیر تاباں بنا دیا تھا اور جہاں کبھی علامہ کشمیری نے ایک خاص جلالت شان کے ساتھ اصح الکتب کی نغمہ سرائی کی تھی، حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی کی وفات کے بعد اس عظیم منصب پر گل افشانی کے لئے ایک عظیم محدث کو تلاش رہا تھا، حضرت شیخ سے گفت وشنید جاری تھی، چنانچہ مہتمم جامعہ نے ایک وفد بھا گلپور بھیجا کہ حضرت شیخ کو بحیثیت شیخ الحدیث آنے پر آمادہ کریں بالآخر آپ نے جامعہ ڈابھیل کی دعوت کو قبول کر لیا اور ۲۷/ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو اپنے ورود مسعود سے مزین ومشرف فرمایا، اور ایک منفرد انداز بیاں اور طرز خاص کے ذریعہ تقریباً ۲۵ سال بخاری وترمذی کا درس دیتے رہے، بالآخر كل نفس ذائقة الموت کے ضابطہ خداوندی کے تحت حضرت کا وقت موعود آ گیا اور گلشن رشید وقاسم کا یہ چہکتا ہوا بلبل جو تقریباً پچاس سال سے مسند حدیث کے شاخ گل پر بیٹھ کر نغمہ سرا تھا جو رشد وہدایت کا علمبردار، علم وآگہی کا تاجدار، فکر وتدبر سے سرشار، گوہر آبدار تھا، جو اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ آفتاب وماہتاب بن کر برسوں افق عالم پر چمکتا اور دمکتا رہا، اب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور کلمہ پڑھتے ہوئے عالم ناسوت سے عالم لاہوت کی طرف پرواز کر گیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

تاریخ وفات:

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۲۸ء مطابق ۸/جنوری ۲۰۰۸ء بروز منگل تقریباً ساڑھے نو بجے مختصر علالت کے بعد صوبہ گجرات کے مشہور شہر سورت کے لخات ہاسپیٹل میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

تجہیز وتکفین:

تجہیز وتکفین کا انتظام جامعہ ڈابھیل میں ہی کیا گیا تھا غسل میں متعدد حضرات علماء اور متعلقین شریک تھے، عشا کے بعد حضرت مفتی احمد خانپوری، خلیفہ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی، ایک جم غفیر نے ڈابھیل کے قبرستان میں مفتی اسمٰعیل بسم اللہ کے پڑوس میں پیوند خاک کر دیا اور بہار ''مشرق ہند'' سے طلوع ہونے والا ستارہ سر زمین گجرات ''مغرب ہند'' میں تا صبح قیامت روپوش ہو گیا۔

اولاد:

سوگواروں میں اپنے پیچھے بیوی کے علاوہ چار لڑکے مولانا انعام الحق صاحب، اسلام الحق، مولانا قاری محمد اسامہ صاحب قاسمی، قاری ثمامہ صاحب، سب شادی شدہ ہیں، اول الذکر مولانا انعام الحق دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ ''جامعہ رشید العلوم'' کے ناظم و مہتمم ہیں، جناب اسلام الحق صاحب اسی جامعہ میں انتظامی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا قاری محمد اسامہ صاحب قاسمی مدرسہ سعادت دارین سیتون بھروچ گجرات میں درس وتدریس سے منسلک ہیں، اور جناب قاری ثمامہ صاحب جامعہ رشید العلوم ہی میں خدمت انجام دے رہے ہیں، اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں ہیں، (۱) زینب زوجہ جناب ناظم صاحب (۲) رقیہ زوجہ جناب محمد جاوید صاحب (۳) حافظہ امامہ زوجہ جناب مولانا اسعد ماجدی صاحب (۴) سکینہ زوجہ مفتی حسین احمد صاحب قاسمی (۵) ام ایمن زوجہ مفتی عبداللہ آزاد صاحب مظاہری، اول الذکر دونوں داماد گھریلو کاروبار میں مصروف ہیں، جناب مولانا اسعد ماجدی صاحب قاسمی فتح باڑی احمد آباد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، مولانا محمد حسین صاحب قاسمی جے پور میں درس حدیث اور امامت وخطابت میں مصروف ہیں، مولانا عبداللہ آزاد صاحب مظاہری مدرسہ رشید العلوم میں استاذ حدیث ہیں، نیز حضرت مفتی شعیب صاحب قاسمی کی مسلسل علالت کی وجہ سے ان کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

اخلاق واوصاف:

حضرت علامہ تواضع وانکساری، خاکساری وفروتنی اور عاجزی ومسکنت کے خوگر و پیکر تھے، ان کی طرز زندگی بود وباش، طرز گفتگو سب میں سادگی تھی، سفر وحضر ہو یا جلوت وخلوت نیز رفتار وگفتار میں عوام میں ہو یا خواص میں، طلباء کے سامنے ہوں یا علماء کے درمیان ہر موقع پر سادگی وخاکساری کا جلوہ نظر آتا تھا۔

حلیۂ مبارک:

شگفتہ چہرا، کشادہ جبین، درمیانہ قد، سانولا رنگ، روئے انور سے متانت وسنجیدگی ہویدا، آنکھیں شرافت ومعصومیت کی منہ بولتی تصویر، سفر وحضر میں ہمیشہ لنگی میں ملبوس ہوتے نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تصنع سے عاری لباس زیب تن فرماتے۔

سنت کا اہتمام:

شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں سنت کا حد درجہ اہتمام تھا؛ حتی کہ آپ سفر وحضر ہر جگہ سنت کا اہتمام فرماتے، چلنے

پھرنے، کھانے پینے، لباس، گفتگو گویا زندگی کے ہر شعبے میں سنت کا اہتمام کرتے تھے۔

تہجد اور تلاوت کا اہتمام:

حضرتؒ تہجد اور تلاوت کلام کا خوب اہتمام فرماتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہوتے استنجاء اور وضو سے فارغ ہوکر تہجد پڑھتے تھے، پھر ہلکی جہری آواز سے کہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو تلاوت فرماتے اور دیگر اوراد و وظائف پورے فرماتے، پھر فجر کی سنت حجرہ میں پڑھ کر نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین:

اللہ تعالیٰ نے پانچ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت مقدر فرمائی، پہلی مرتبہ ۱۹۷۲ء میں تنہا گئے جبکہ آپ جامعہ رحمانی مونگیر میں تھے یہ سفر بمبئی سے پانی کے جہاز سے ہوا تھا، بقیہ چار حج ڈابھیل سے کیا دو حج میں اہلیہ محترمہ ساتھ تھیں، ڈابھیل کا پہلا سفر بھی پانی کے جہاز سے ہوا پھر بحری سفر بند ہوگیا آخری حج ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں کیا۔

اکرام الضیف:

حضرتؒ کا عام معمول تھا کہ قرب و جوار اور دور دراز سے ملاقات کے لئے جو لوگ آتے تھے اگر آپ بیمار نہ ہوں اور بیدار ہوں تو ضرور اسے ملاقات کا موقع دیتے، انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آتے بلا تکلف اپنے شاگردوں کے ساتھ رفیقانہ انداز میں گفتگو کرتے، مہمان کے مناسب حال چائے، شربت، یا پھل وغیرہ سے فوری ضیافت کرتے، کھانے کا وقت ہو چکا ہوتا یا کھانے کے وقت ہی کوئی مہمان آ جاتا تو اسے اصرار سے اپنے ساتھ کھلاتے۔

دینی، علمی اور ملی خدمات

عیدین کی امامت وخطابت:

ضلع بھاگلپور میں سب سے اہم اور وسیع عیدگاہ ''عیدگاہ کرن گڑھ'' ہے، جہاں نمازیوں کی تعداد دیگر عیدگاہ کے بالمقابل بہت زیادہ ہوتی ہے، حضرت شیخ اس عیدگاہ کے ۲۵؍ سے زائد سالوں سے امام اور خطیب تھے، آپ کی تقریر سننے اور نماز عید ادا کرنے کے لئے ہزاروں فرزندان توحید اطراف وجوانب سے بھی شریک ہوا کرتے تھے، جس میں افسران اور مختلف عہدیداران بھی ہوتے تھے، آپ کی عیدین کی تقریریں خاص اہمیت رکھتی تھی، آج بھی لوگ عیدین کے موقع پر

بالخصوص حضرتؒ کو یاد کرتے ہیں۔

مدارس کا قیام اور سرپرستی:

حضرت علامہ کی زندگی جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم سے عبارت تھی، اگر اللہ رب العزت نے حضرت کو بے پناہ ہمہ جہتی صلاحیتوں سے نوازا تو آپ نے ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملت کی اصلاح کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی تھی، آپ جانتے تھے کہ اسلام اور شعائرِ اسلام کے تحفظ واشاعت کے لئے دینی مدارس کا کردار بہت اہم ہے اس لئے آپ نے اپنی جدوجہد سے کئی مدارس قائم کئے۔

آپ نے ایک ادارہ ''مدرسہ اسلامیہ رشیدیہ'' اسلام پور چمپانگر کے نام سے قائم کیا، جہاں ابھی دینیات کے علاوہ عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم ہورہی ہے، دوسرا مدرسہ ''جامعہ رشید العلوم'' قصبہ، چمپانگر کے نام سے قائم کیا جو حضرت کے فرزند کے انتظام وانصرام میں بحسن وخوبی چل رہا ہے، جس میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہورہی ہے، یہ ادارہ پورے بھاگلپور کے مدارس میں تعلیم وتعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

مدارس اسلامیہ کی سرپرستی:

حضرت شیخؒ کی سرپرستی میں بہت سے ادارے دینی وملی خدمات انجام دے رہے تھے، ''مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر'' جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور ابھی دورہ حدیث اور افتاء کی تعلیم بحسن وخوبی جاری وساری ہے، اس کے آپ تقریباً ۲۰ر سال سرپرست رہے، ''مدرسہ حسینیہ'' ہرنتھ جو آپ کے مربی خاص حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کرنپوریؒ کا قائم کردہ ہے اور یہاں آپ نے تین سال تدریسی خدمات انجام دی ہیں، اس کے بھی آپ سرپرست تھے، اسی طرح ''دار العلوم رشیدیہ'' بشارت نگر سیتامڑھی اور دیگر بہت سے ادارے کے آپ سرپرست اور روح رواں تھے۔

تصنیفی خدمات:

اللہ رب العزت نے حضرت علامہ کے زبان کی طرح قلم میں بھی عجیب سحر طرازی رکھی تھی، شب وروز کے تدریسی وتبلیغی مصروفیات اور مسلسل امراض کے برسرِ پیکار رہنے کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا زیادہ موقع نہیں مل سکا؛ لیکن پھر بھی جس قدر تحریر زیرِ قلم آئی وہ اپنی جگہ علوم کا سفینہ ہے۔

(۱) نفع المسلم:

مسلم شریف کی کتاب الایمان کی مکمل ومبسوط شرح ہے جو جامعہ رحمانی مونگیر میں کی گئی نغمۂ سرائی کا بیش بہا علمی تحقیقات کا انمول خزانہ ہے، جو حسن ترتیب کی دلآویزی، تقریر کی سحر طرازی اور جامعیت کی وجہ سے اردو شروحات میں بے مثال ہے، یہی ایک شرح آپ کی تالیفی زندگی کو جاوداں بنانے کے لئے کافی ہے۔

(۲) خودنوشت سوانح:

اس میں پیدائش سے لے کر جامعہ ڈابھیل میں تقرر تک کی تفصیل ہے۔

(۳) آئین جامعہ رشید العلوم:

آپ نے اپنے قائم کردہ ادارہ ''جامعہ رشید العلوم'' کے مختلف شعبوں کے قوانین کو دفعہ وار تحریر کیا ہے جو ایک مستقل اور کارآمد تحریر ہے۔

(۴) دس تقریروں کا مجموعہ:

آپ کی تقاریر کو لوگوں نے مختلف طرح سے ضبط کیا ہے مگر یہ دس تقریر حضرت شیخ نے کسی زمانہ میں خود تحریر فرمائی تھی۔

درسی خصوصیات:

حضرت شیخ کا درس ابتدائے تدریس سے ہی بہت مقبول تھا، اللہ تعالیٰ نے تفہیم وتسہیل اور حسن ترتیب کا بے پناہ ملکہ عطا فرمایا تھا، بقول فقیہ اسلام قاضی مجاہد الاسلام صاحب ''حضرت مولانا اکرام علی صاحب کی درسی تقریر ہو یا غیر درسی تقریر حسن ترتیب ان کا طرۂ امتیاز ہے، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری فرماتے ہیں کہ'' آپ جید الاستعداد اور منجھے ہوئے مدرس ہیں'' احقر براہ راست ان کا شاگرد نہیں ہے البتہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب فریدی حضرت کے خاص خادم اور شاگرد ہیں، انہوں نے حضرت کی سوانح قلم بند کی ہے، جس میں انہوں نے درسی خصوصیات کو تفصیل سے لکھا ہے بعض اہم خصوصیات کا تذکرہ اسی کتاب کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔

(۱) کسی بھی کتاب کے شروع میں فن کا مقدمہ ''مقدمۃ العلم'' ضرور بیان کرتے تھے۔

(۲) الفاظ بالکل سہل اور عام فہم استعمال کرتے تھے تاکہ ادنی استعداد کے طلبہ بھی بآسانی سمجھ سکیں۔

(۳) اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف بولتے تھے تا کہ کوئی ضبط کرنا چاہے تو من وعن لکھ سکے۔

(۴) آپ مرتب ومربوط تقریر فرماتے تھے۔

(۵) مختلف فیہ مسائل میں خصم کے دلائل ہرگز اس طرح نہ پیش کرتے کہ ان کے مسلک کی تنقیص لازم آئے۔

(۶) عقلی مسائل کو حسی مثالوں سے دلچسپ طریقے سے سمجھاتے تھے۔

(۷) آپ گرچہ صرف بخاری اور ترمذی پڑھاتے تھے مگر درس گویا صحاح ستہ کو شامل ہوتا تھا،

غرضیکہ اللہ رب العزت نے حضرت علامہ کو تدریس کا بے پناہ سلیقہ عطا فرمایا تھا، انداز درس انتہائی نرالا، اسلوب بیان بے حد پیارا، مضامین مربوط و مسلسل، تعبیرات پر کیف، طرز استدلال لا جواب، معقولات کو محسوسات کی شکل میں پیش کرنے کا سلیقہ، حدیث کی فنی حیثیت، راویوں پر نقد و جرح، مذاہب ائمہ کی دلنشیں تشریح، حنفیہ کی ترجیحات، تعارض کا دفعیہ، دلائل کا حکیمانہ تجزیہ اوران سب پر مستزاد تفہیم وتسہیل اورحسن ترتیب کا بے پناہ ملکہ، درس وتدریس سے گہری دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر کسی کے درس میں یہ چیزیں جمع ہو جائیں تو ان کا درس قبولیت کے کس افق پر پہنچ جائیگا، راقم الحروف کے ایک رفیق جناب مولانا الطاف حسین صاحب قاسمی نے حضرت کے انتقال پر ایک نظم لکھی ہے جس میں درس بخاری کے ایک وصف کو اس طرح نمایاں کیا ہے۔

ہر محدث کے لئے تھے باعث اکرام تم ☆ فخر تھا تم پر وطن کو تھے چراغ علم تم

تھی بخاری سامنے؛ لیکن یہ جرأت ہی تو تھی ☆ کررہے تھے قول راجح ابن ثابت ہی کا تم

اے وکیل فقہ حنفی اب تمہیں ڈھونڈوں کہاں ☆ آہ اب ہم میں نہیں ہیں شیخ و میر کارواں

تقریری بانکپن:

یوں تو تقریر بہت سے لوگ کرتے ہیں، بعض شیریں بیان مقرر اپنی آواز کی چاشنی اور ترنم ریزی سے عوامی قلوب جیتنے کی کوشش کرتے ہیں تو بعض شعلہ نوا مقرر اپنی شعلہ نوائی اور آتش فشانی سے خرمن باطل کو پاش پاش کر دیتے ہیں، لیکن سچی مقبولیت اور عوام وخواص کو متاثر کر پانا کم ہی خوش نصیبوں کا نصیبہ بنتا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کرۂ ارضی پر ایسے ایسے بھی شہنشاہِ خطابت پیدا ہوئے ہیں جن کی ہر بات سحر کی طرح دلوں میں اثر کر جاتی ہے اور گھنٹوں گھنٹوں کی تقریر لوگ اس طرح متانت وسنجیدگی اور سکون ووقار سے سنتے ہیں کہ جیسے ان کے سروں پر پرندہ ہو، حضرت کا انداز خطابت بھی اسی قسم کا تھا، حدیث کی دلنشیں تشریح، استدلال کا خاص نہج، واقعات کا انطباق، لب ولہجہ میں جوش وولولہ،

انداز بیان میں چاشنی، تسلسل وروانی، الفاظ میں کشش وجاذبیت، دل میں امت کا درد وغم، معلومات کا ذخیرہ، ان سب کے حسین امتزاج سے تقریر میں جو روح پیدا ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، اور ان سب پر مستزاد حضرت کے طرز خطابت کا بانکپن، بقول کلیم عاجزؔ ''یہ طرز خاص ہے کوئی کہاں سے لائیگا'' اس لئے وعظ اس قدر مؤثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا کہ عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ ومستفید ہوتے:

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

وعظ وخطابت:

امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی اور عوام کے مردہ قلوب کو زندہ کرنے، عوام کو سنت وشریعت کا راستہ بتانے، دین کی تبلیغ واشاعت اور محمد عربی ﷺ کا پیغام پوری امت تک پہونچانے کے لئے سب سے مؤثر راستہ اور سب سے بہترین ہتھیار وعظ وخطابت ہے، حضرتؒ کا یہ احساس وشعور بہت زیادہ بیدار تھا، اس لئے پوری زندگی آپ نے وعظ وخطابت کا سلسلہ جاری رکھا، جہاں آپ کو مدعو کیا گیا راستے کی صعوبت کی پرواہ کئے بغیر آپ چلے جاتے، اس احساس ذمہ داری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ ڈابھیل میں تقرری کے وقت آپ نے ایام تعلیم میں سالانہ سات تبلیغی اسفار کی شرط لگائی تھی جسے ارباب جامعہ نے قبول کرلیا تھا، اس لئے حضرتؒ ایام تعطیل کے علاوہ ایام تعلیم میں بعض ناگزیر تبلیغی اور دعوتی سفر کیا کرتے تھے، وطن میں عیدین سے قبل اور اسی طرح جمعہ سے قبل قوم سے خطاب کا پچیس سالہ سلسلہ رہا، جسے آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں حضرت کا وعظ اس قدر مسحور کن تھا کہ اس کی سحر آفرینی آج بھی لوگ محسوس کرتے ہیں، جامعہ ڈابھیل میں خطابت کا ایک طویل سلسلہ تھا بلکہ یہ سفر اس قدر دراز ہوا کہ بیرون ملک بھی اسفار ہونے لگے۔

اصلاح معاشرہ:

حضرتؒ کو اصلاح معاشرہ کی بہت زیادہ فکر رہتی تھی، معروفات پر عمل کر کے اور منکرات سے اجتناب کر کے ہی کوئی معاشرہ پاکیزہ ہوسکتا ہے، حضرت شیخ عمل بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر پر بھی بہت زور دیا کرتے تھے، خصوصا شادی بیاہ کی رسم، بے پردگی، تصویر کشی، ٹی وی وغیرہ منکرات کی آپ نے پرزور تردید کی، علاقہ چمپانگر میں کئی مرتبہ اصلاح معاشرہ کمیٹی بنی ہر کمیٹی کے آپ اہم محرک ہوتے اور اصلاح معاشرہ کمیٹی کی پوری سرپرستی فرماتے تھے۔

جمعیۃ الطلبہ کی سرپرستی:

لوگوں میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے، طلبہ مدارس میں تقریری صلاحیت اجاگر کرنے اور ہر میدان کے عظیم شہسوار تیار کرنے کیلئے ''جمعیۃ الطلبہ چمپانگر'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے سرپرست حضرت مولانا غلام حسین قاسمیؒ صاحب اور حضرت شیخ تھے، ۱۹۸۵ء میں جمعیۃ الطلبہ کا پہلا اجلاس حضرت شیخ کی صدارت میں ہوا، اور ہر سال دوشوال کو ''جمعیۃ الطلبہ چمپانگر'' کا اجلاسِ عام ہوتا ہے، حضرتؒ نے متعدد مرتبہ اس کی صدارت کی اور اس اسٹیج کے ذریعہ علماء وعوام دونوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا۔

اسفار:

حضرت شیخ امراض کی کثرت کی وجہ سے سفر سے کلیۃً احتراز فرماتے تھے اور بہت کم سفر پر آمادہ ہوتے تھے، لیکن امت تک ان کی امانت پہونچانے کا احساس ذمہ داری کی بنا پر بعض مرتبہ سفر ناگزیر ہوجاتا تھا، آپ نے ہندوستان کے علاوہ مختلف بیرون ملک کا سفر کیا، متحدہ عرب امارات، سعودیہ عربیہ، افریقہ، لندن، پنامہ، امریکہ، کناڈہ، باربڈوز وغیرہ ممالک کا تبلیغی اور دعوتی سفر کیا، بعض افریقی ممالک میں ختم بخاری کے لئے بھی جایا کرتے تھے؛ لیکن ہر جگہ اپنی سادگی کا نمونہ پیش کرتے اگر کوئی بیرون ملک حضرت کو دیکھتا تو اقبال کا یہ شعر ضرور پڑھتا؎

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھے ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

چند مشہور تلامذہ:

درخت اپنے پھل سے، شاخ اپنی جڑوں سے، باغ اپنے پھول سے پہچانا جاتا ہے، مدرسہ اپنے فضلاء سے شیخ اپنے مریدوں سے متعارف ہوتا ہے، تو استاذ اپنے شاگردوں سے مشہور ومقبول ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء اپنے اساتذہ کا پرتو ہوا کرتے ہیں، تلامذہ کی علمی لیاقت، ان کی صلاحیت وصالحیت، نیز ان کے اخلاق وکردار میں اساتذہ کا عکس دکھائی دیتا ہے، تلامذہ کے اچھے کردار سے اساتذہ کی نیک نامی وابستہ ہوجاتی ہے، حضرت شیخ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے، ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرکزی مدارس میں پچاس سال تدریس کے دوران کتنے سعادت مندوں نے کسب فیض کیا ہوگا، ان میں چند کے اسمائے گرامی جو کسی قدر معلوم ہوسکے درج کئے جاتے ہیں، یقیناً شاگردوں

کی اس فہرست سے حضرت شیخ کی علمی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمانیؒ	سابق صدر المدرسین دار العلوم حیدرآباد
(۲) مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی	ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد
(۳) مولانا بدر الحسن صاحب قاسمی	مقیم کویت
(۴) مولانا مطیع الرحمٰن صاحب بھاگلپوری	خلیفہ حضرت فقیہ الامت
(۵) مولانا جسیم الدین صاحب رحمانی	قاضی امارت شرعیہ پٹنہ
(۶) مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی	ناظم امارت شرعیہ پٹنہ
(۷) مفتی رشید احمد صاحب فریدی	استاذ حدیث مفتاح العلوم تراج، گجرات
(۸) مفتی عبد القیوم صاحب راجکوٹی	معین مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل
(۹) مولانا قاری محمد اسعد صاحب قاسمی	مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر، بھاگلپور
(۱۰) مولانا نور الدین قمر صاحب بھاگلپوری	کاتب دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ (گجرات)
(۱۱) مولانا سعید احمد حافظ پٹیل صاحب	امیر تبلیغ ڈیوز بری مرکز، برطانیہ
(۱۲) مولانا یوسف دربان صاحب	استاذ حدیث ڈیوز بری مرکز، برطانیہ
(۱۳) مولانا قاری ثناء اللہ صاحب	استاذ تجوید وقرأت جامعۃ القرأت کفلیۃ، سورت (گجرات)
(۱۴) مولانا محمد ابراہیم صاحب دیسائی	شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ ڈربن، افریقہ
(۱۵) مولانا فیروز عالم صاحب	رینوین، مقیم مدینہ منورہ
(۱۶) مولانا عبد الحمید صاحب صدیقی	مقیم امریکہ
(۱۷) مولانا بشیر پٹیل صاحب	امام وخطیب شان الاسلام مسجد افریقہ
(۱۸) مفتی محمود حسن صاحب بارڈولی	استاذ جامعہ ڈابھیل
(۱۹) مولانا اسمٰعیل صاحب کاپودروی	استاذ جامعہ قاسمیہ کھڑوڈ
(۱۸) مفتی خلیل احمد صاحب کاوی	استاذ حدیث جامعہ حقانیہ کھٹور
(۱۹) مولانا عبد اللہ درویش صاحب	روشن افریقہ

(۲۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ

(شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو، اعظم گڈھ)

اسمِ گرامی: مولانا محمد اکرام علی بن اصغر علی بن ہدایت علی بھاگلپوریؒ۔

ولادت: ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء، بہ مقام: چمپانگر، بہار۔

ابتدائی تعلیم: چمپانگر۔

فراغت: دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۵ھ۔

حدیث کی کن کتابوں کی تدریس کی؟: ①صحیح البخاري (اول) ②سنن الترمذي (مکمل) ③الشمائل المحمدية للترمذي ④۱۴۱۲ھ میں عارضی طور پر: مشکوۃ المصابیح (اول)۔

مجموعی مدتِ تدریس: ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ تا ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ۔

وفات: ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۸/ جنوری ۲۰۰۸ء بروز منگل؛ بہ مقام: ڈابھیل، مدفن: آدم پیر قبرستان، ڈابھیل۔

تفصیلات: ① تذکرۂ نمونۂ سلف از: مفتی رشید احمد فریدی صاحب؛ مطبوعہ: جامعہ رشید العلوم چمپانگر، بہار۔

② وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، از قلم: مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی؛ مطبوعہ: ایفا پبلکیشنز، دہلی۔

دروس کے مجموعے: ① نفع المسلم شرح اردو صحیح مسلم، مرتب: مولانا انعام الحق قاسمی سیتامڑھی؛ مطبوعہ: دار الکتاب دیوبند۔

② تحفۃ العبقری شرح سنن الترمذی، مطبوعہ: جامعہ رشید العلوم چمپانگر، بہار۔

صدر مدرسین اور شیوخ حدیث
جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ۔ سملک
نمبر شمار
اسمائے گرامی
آمد
مدت خدمت
١
علامہ انور شاہ کشمیریؒ
١٣٤٦ھ
٥ سال تا وفات
٢
مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ
١٣٤٧ھ
٢ ماہ تا وفات
٣
علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ
١٣٤٦ھ
١٩ سال تقریباً
٤
حضرت مولانا عبد الرحمٰن امروہیؒ (بابا صاحب)
١٣٥٢ھ
١٠ سال
٥
مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ (صاحب معارف القرآن)
١٣٦٣ھ
٥ ماہ تقریباً
٦
مولانا ظفر احمد تھانویؒ (صاحب اعلاء السنن)
١٣٦٣ھ
٢ ماہ تقریباً
٧
مولانا شمس الحق افغانیؒ
١٣٦٣ھ
٢ سال
٨
مولانا محمد یوسف بنوریؒ
١٣٥٣ھ
٩
مولانا عبد الجبار اعظمیؒ
١٣٦٣ھ
١٠
حضرت مولانا عبد الرؤف پیشاوریؒ
١٣٦٨ھ
١١
مولانا شریف حسن دیوبندیؒ
١٣٧٣ھ
١٢
مولانا عبد الحلیم صدیقی
١٣٧٥ھ
١٣
مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ
١٣٦٣ھ
١٤
مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری دامت برکاتہم
١٤٠٣ھ